عزیز احمد کی شاعری: ایک مطالعہ

ڈاکٹر طارق محمود*

Abstract:

Aziz Ahmed is the most renowned figure of Urdu literature. The history of Urdu literature can't be completed without mentioning the name of Aziz Ahmed. He wrote memorable books in fields of fiction Translation, Critism, Islamic Culture and history. In this article, except all these fields his another field of creation, i.e. "Poetry" will be discussed.

عزیز احمد (۱) ترقی پسند تحریک سے وابستہ وہ فرد ہیں جنہوں نے اردو افسانہ ناول اور تنقید کے میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ منفرد صلاحیتوں کے حامل اس ادیب نے مذکورہ اصناف کے علاوہ اسلامی تہذیب و تاریخ، تراجم اور شاعری کی صنف میں خوب طبع آزمائی کی۔ ان کے کارنامے اردو زبان و ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی واحد مثال ہیں۔

عزیز احمد نے جامعہ عثمانیہ (۲) کے علم دوست ماحول میں اپنے قلمی سفر کا آغاز کیا۔ بعدازاں ترقی پسند تحریک سے وابستگی نے ان کی شہرت میں اضافہ کیا۔ انہوں نے نہ صرف اس تحریک کے زیر اثر لکھا بلکہ رومانوی طرزِ اسلوب کو اپنا کر قارئین کے دلوں تک باقاعدہ رسائی حاصل کی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کی تخلیقات محض نعرہ بن کر نہیں رہ گئیں بلکہ اردو شعر و ادب کی روایت میں اہم سنگ میل ثابت ہوئیں۔ عزیز احمد کی تمام تر علمی و ادبی کاوشوں پر ضخیم تحقیقی مقالات لکھے جا سکتے ہیں۔ تاہم اس مضمون میں ان کی ایک اور تخلیقی جہت ''شاعری'' کے حوالہ سے بات کی جائے گی۔

ان کی طویل نظموں پر مشتمل ایک شعری مجموعہ ''ماہ لقاء اور دوسری نظمیں'' ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا (۳)۔

عزیز احمد نے جامعہ عثمانیہ کے علمی و ادبی مجلّہ ''مجلّہ عثمانیہ'' سے اپنے علمی سفر کا آغاز کیا (۴) مجلّہ عثمانیہ کی ابتدائی اشاعتوں میں ان کی نظمیں افسانے اور تراجم تواتر سے شائع ہوتے رہے۔ اس مجلّہ کے علاوہ سب رس (حیدر آباد

* شعبہ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، خانیوال۔

دکن) اُردو، ماہ نو، ادب لطیف، خیام، عالم گیر، نیا دور اور جسارت ایسے رسائل و جرائد کے علاوہ میر حسن الدین احمد کی مرتب کردہ کتاب ''سازِ مغرب'' کے مختلف حصوں اور آل احمد سرور کی مرتب کردہ کتاب ''انتخاب شعرائے جدید'' میں اُن کی نظم ''سنورینا'' شامل ہے۔(۵) ان رسائل اور کتب میں شامل ان کی نظمیں اور غزلیں اس حقیقت کی غماز ہیں کہ ان میں شعر کہنے کا ذوق بدرجہ اتم موجود تھا۔ یہ سوال بھی جنم لیتا ہے کہ عزیز احمد ایسے ادیب کے شعری سرمائے کی تلاش اور پیشکش میں عدم دلچسپی کی کیا وجوہات ہوسکتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ انہوں نے خود بھی اپنے شاعر ہونے کا پرچار نہیں کیا۔ لیکن ان کے ابتدائی مجموعے میں موجود طویل نظموں ''عمر خیام''، ''ماہ لقاء'' اور فردوس بروئے زمین'' کو کوئی بھی نقاد کیسے نظر انداز کرسکتا ہے۔ ان کی شاعری کا فنی وفکری جائزہ ان کی تخلیقی شخصیت کو سمجھنے کیلئے بھی انتہائی ضروری ہے۔ یقیناً ان کے اندر ایک ایسا فنکار چھپا ہوا ہے۔ جو ہر لمحہ تازہ گوئی کا متلاشی تھا۔ ناول اور افسانے میں جہاں ان کی تخلیقی شخصیت اپنا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔ وہیں پر وہ ایک شاعر کے روپ میں بھی متنوع اور نئے تجربات کرتے نظر آتے ہیں۔

عزیز احمد نے جس دور میں شاعری کا آغاز کیا وہ اُردو شاعری کے حوالہ سے خاصا منفرد تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز سے قبل جدید شاعری کا ڈول انجمن پنجاب کے مشاعروں سے ڈالا جاچکا تھا۔ دوسری طرف علامہ اقبال ایسی شخصیت اپنا رنگ جما رہی تھی۔ ترقی پسند شعراء اپنا راگ الاپ رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ کلاسیکی انداز کو پسند کرنے والے اپنے رنگ میں قدیم شاعری کے احیاء میں مصروف تھے۔ اس منظر نامے میں عزیز احمد نہ صرف قدیم و جدید طرز کو اپنائے ہوئے ہیں بلکہ استفادہ کرتے بھی نظر آتے ہیں انگریزی زبان کے وسیع مطالعہ کے سبب مغربی طرز شاعری کا اثر بھی اُن کے ہاں موجود ہے۔ یقیناً وقت کے بہتے دھاروں سے اپنی رنگیں دنیا تخلیق کرنے والے اس شاعر کو اردو شاعری کی روایت میں انفرادیت حاصل ہے۔

عزیز احمد کے ابتدائی مجموعہ میں شامل ان کی ایک طویل نظم ''ماہ لقاء'' عشقیہ اور رومانی انداز لیے ہوئے ہے اور مغربی ڈراما کے انداز میں لکھی گئی ہے۔ مختلف مناظر اور کرداروں کا یہ حسین گلدستہ بظاہر الگ الگ نظر آتا ہے لیکن مرکزی خیال سے باہم مربوط ہے یہ نظم آسمانی (مشتری، زحل، دمدار ستارے، رقاصہ فلک) اور زمینی کرداروں شاعر (عزیز احمد) میر تقی میر، کا خوبصورت امتزاج ہے۔ تمام کردار آپس میں یوں مکالمہ کرتے نظر آتے ہیں جیسے وہ سب ایک دوسرے سے صدیوں سے آشنا ہوں نظم کا آغاز ایک انتہائی خفیہ راز سے ہوتا ہے کہ جب مشتری، دمدار ستارے کو کچھ اس طرح کی ہدایت کرتا نظر آتا ہے۔

شہابِ ثاقب سے کچھ نہ کہنا بپا ہے ہنگامہ آسماں پر

دمدار ستارہ بھی روایتی انداز سے تعلق داری نبھاتے ہوئے اس راز کو خفیہ رکھنے کا اعلان کرتا ہے۔

یہ کیا ضرورت کہ دوسروں کو سناؤں اپنوں کی داستاں میں

دراصل مختلف ستاروں کے درمیان کسی نئے ابھرنے والے عشق کی داستان ایک معمہ اور دردسر بنی ہوئی ہے۔ چاند روایتی کردار کی صورت نظر آتا ہے جو ہمہ وقت گردش زمین پر مامور ہیں۔ یہی وہ حسد ہے جو باقی ستاروں کو کھائے جارہا ہے اور چاند مجنوں کی طرح لیلیٰ لیلیٰ پکارتا ہوا زمین کے بارے میں یہ کلمہ دہراتا ہے۔

ازل سے یہ گردش مسلسل، ابد تک یہ طواف پیہم

پھر سورج اپنا کردار جاندار اس طرح ادا کرتا ہے۔

ہو چکا ثابت زمین ہی سے قمر کو عشق ہے
رنگ و روغن سے حسینوں کی نظر کو عشق ہے

دراصل انسان کی وجہ سے شاعر نے زمین کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ شاعر کو یہ سارا قصہ شہاب ثاقب کی زبانی سننے کو ملتا ہے۔ ستاروں کی گفتگو کے بعد شاعر اور میر تقی میر کے درمیان شاعرانہ مکالمہ ہوتا ہے۔ پانچویں منظر میں یہ عقدہ کھلتا ہے کہ حسن کامل کو ''ماہ لقاء'' کہتے ہیں اور یہاں یہ ماہ لقاء ایک نئے کردار ''سنورینا''(۶) میں منقلب ہوتی نظر آتی ہے نظم کے مکالمے عورت اور مرد کی نفسیات کا پوری طرح احاطہ کیے ہوئے ہیں نظم کے اس حصہ کا انداز روایتی ضرور ہے۔ مگر دلچسپی سے خالی نہیں۔

''سنورینا''

سنورینا نے کہا ''سچ کہنا'' اور کس کس سے یہی تم نے کہا؟
ان کی آنکھوں کو جو دیکھا تو شرارت کی جھلک اور ہونٹوں پہ وہی برق تبسم کی چمک
جسم میں تازگی و عطر و نفاست کی مہک ہاتھ کو چوم کے میں نے یہ کہا
ہے یہ الزام ذرا بے جا سا ہیں خطا کار تو ہیں آپ کی آنکھوں کے جام
آپ کے حسن سے سرشار ہوں میں کیجئے انصاف خطاوار ہوں میں
ایسے جملوں کی تو شاید تمہیں عادت سی ہے ہاں تمہیں ہر کس و ناکس سے محبت سی ہے
ہے سبھی مردوں کی عادت جو یہی کاش اک تھوڑی سی جدت ہوتی

اسی طرح شاعر کا اقبال سے مکالمہ بھی انتہائی شاندار ہے۔ آخری منظر میں شاعر اس داستان کو سمیٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس نظم میں شاعر نے روایتی عشق کو مختلف مناظر اور فطری کرداروں کے ذریعے اُردو شاعری میں بالکل

نیا تجربہ بنادیا ہے۔ان کی نظم ''ماہ لقاءٗ'' کے علاوہ باقی ماندہ دونوں نظمیں ''فردوس بروئے زمیں'' اور ''عمر خیام'' بھی اپنے موضوعات اور برتاؤ کی وجہ سے انتہائی اہم ہیں۔مضمون کی تحدیداس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ انہیں بھی شامل کیا جائے ان دونوں نظموں کے حوالہ سے کسی دوسرے مضمون میں بات کریں گے اب عزیز احمد کی ابتدائی نظموں کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں ایک نوجوان اپنے جذبات واحسات اور تجربات کوفنی مہارت سے اردو شاعری کا روشن باب بنارہاہے۔مضمون کے شروع میں ہم نے یہ ذکر کیا کہ ان کی نظمیں ہندوستان کے موقر رسائل وجرائداور اخبارات میں شائع ہوتی رہیں۔ نیرنگ خیال میں شائع ہونے والی نظم ''نغمہ آب جو'' بھی کئی حوالوں سے اہم ہے۔(۷)ان کی شاعری نے دکن کے ادبی حلقوں کواس وقت ہی اپنی طرف متوجہ کرلیا تھاجب وہ ابھی کالج میں زیر تعلیم تھا۔کیا عجب کس طرح عنفوان شباب کے کسی جذباتی سانحہ نے عزیز احمد سے'' ماہ لقاءٗ'' کی سی نظمیں کہلوائی تھیں۔(۸) پروفیسر فتح محمد ملک کی اس رائے نے نہ صرف عزیز احمد کوبطور شاعر تقویت دی بلکہ ان کی طویل نظم ''ماہ لقاءٗ'' کوبھی اردوشاعری کا اہم حصہ بنادیا ہے۔عزیز احمد شعر کے لیے خوبصورت الفاظ، ربط، موسیقت اور اندرونی کشمکش کواہمیت دیتے تھے۔محبوب کی ہرادا انہیں اندیشہ ہائے دوردراز میں مبتلا کردیتی ہے۔

جو نیچی نگاہیں کسی نے اٹھا دیں   مرے دل کی دنیا میں شمعیں جلا دیں
پکارا جو دل نے کہ مسجود آیا   مری حسرتوں نے جبینیں جھکا دیں
اس انداز سے ہم کو ظالم نے دیکھا   شب ہجر کی وارداتیں بھلا دیں

(فریب تخیل مجلّہ عثمانیہ جلد ۱۶،شمارہ ۱)

انہوں نے اپنی نظموں میں واردات قلبی کا ذکر جس خوبصورت انداز سے کیا ہے وہ قابل تعریف ہے وہ کسی لمحے محبوب سے بے اعتنائی برتتے نظر نہیں آتے بلکہ لفظوں سے ایسی پیکر تراشی کرتے ہیں کہ ایک مجسم صورت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔مذکورہ بالا نظم کا ایک اور شعر دیکھئے۔

ٹپکنے لگے اشک آنکھوں سے پیہم
سنانے کی جو کچھ تھیں باتیں سنا دیں

ان کی شاعری زندگی کے حقیقی رنگوں سے مرصع اور جذبات کی سچائیوں پر مبنی ہے۔واردات حسن وعشق کا بیان جس خوش اسلوبی سے کیا گیاوہ اپنی مثال آپ ہے۔

بہار آئی ہے جان بہار آجاؤ   میرے حبیب میرے غم گسار آجاؤ
ہر ایک ذرہ مسرت سے رقص کرتا ہے   فضا زمانے کی ہے نغمہ بار آجاؤ

(آجاؤ مجلّہ عثمانیہ جلد ۱۳ شمارہ ۳)

عزیز احمد کا ابتدائی کلام عشق و محبت اور ہجر و وصال کی کیفیتوں سے مزین ہے۔ وہ محبوب سے باتیں کرتے ہیں اور اس کی یاد میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں۔

وہ کنول جیسی سراپا حسن کی تصویر ہے — شورش دنیا کی حد سے دور تک اس کا وجود
خشک ہونٹوں پر نہیں الفت کا نشان — گرچہ اس کی یاد سے دم بھر مجھے فرصت نہیں

(عبادت مجلّہ عثمانیہ جلد ۱۵ شمارہ ۱،۲)

وہ اپنی ابتدائی نظموں میں لب و رخسار کی باتیں انتہائی جوشیلے انداز میں کرتے نظر آتے ہیں جبکہ ہم ان کی طویل نظموں ''عمر خیام (۱۹۳۲)، ماہ لقاء (۱۹۳۸) اور فردوس بروئے زمین (۱۹۴۳) میں ایک سنجیدہ اور فلسفی شاعر کو اپنے سامنے پاتے ہیں۔ اُنکی شاعری میں وقت کے ساتھ ساتھ فنی اور فکری ارتقاء بھی نظر آتا ہے۔ ان کی نظموں میں معاشرتی، سماجی مسائل کو بھی بیان کیا گیا ہے اور محبت کے موضوعات کا ذکر بھی بڑی شدت سے ملتا ہے:۔

مری نگاہِ تخیل نے تجھ کو اے شہلا — کچھ ایک بار نہیں بار بار دیکھا ہے
وفا پہ میری کبھی اشک بہاتے ہوئے — جفا پہ اپنی کبھی شرم شار دیکھا ہے
لچکتی شاخوں میں غنچوں کی مسکراہٹ میں — بیک نظر تجھے اے گلعذار دیکھا ہے
جمال و حسن کی سرمستیوں سے بہکے ہوئے — تری جوانی کا میں نے خمار دیکھا ہے
مری ہی نظم کے اشعار گنگناتے ہوئے — ادا کے ساتھ لب جوئے بار دیکھا ہے

(بکھرے ہوئے جلوے روزنامہ جسارت ۱۹۷۹ء)

ان کی شاعری میں تازگی کا احساس نمایاں ہے۔ انکا شعری اسلوب بھرپور اور مختلف ہے۔ اجتماعی طور پر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ان کی بیشتر نظمیں غزل کی ہیت میں لکھی گئی ہیں اور بعض نظمیں (التجاء، قبول التجاء، فریب تخیل وغیرہ) تو ایسی ہیں اگر انہیں عنوانات کے بغیر پڑھا جائے تو ان پر غزل کا گماں گزرتا ہے۔

عزیز احمد کا غالب رجحان نظم نگاری کی طرف ہی رہا۔ انہوں نے غزل کے میدان میں بھی خامہ فرسائی کی اور ایک کامیاب غزل گو شاعر بھی شمار ہوئے۔ ان کی غزلوں میں عمومی رنگ کلاسیکی ہے۔ قافیہ پیمائی پر زیادہ زور ہے اور کہیں کہیں جدید موضوعات کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ ان کے ہاں درمیانی اور طویل بحروں کی غزلیں زیادہ دستیاب ہیں۔

کھیتیاں دل کی کتنی ہی بنجر سہی، آبجو چشم ویراں سے جاری کرو
صبح سورج کی اٹھ کر پرستش کرو، رات آئے تو اختر شماری کرو
سنگریزے جو راہوں میں ہیں جابجا، کیا پتہ کس کس کے ہیں پائمال دل

ان کو ٹھوکر لگا کر نہ آگے بڑھو، پاس رسم رہِ شہسواری کرو
تم حرم سے جو نکلے تو پھر اے بتو، اتنے شہروں میں روپوش کیوں ہو گئے
جلوہ گہ اک نئی پھر بناؤ کہیں، پھر سے زہاد پر وجد طاری کرو
آب بہہ جائے گا، آگ بجھ جائے گا، باد اڑ جائے گی، خاک مٹ جائے گی
چھوڑ کر ان کو جانا ہے اک دن تو پھر ان عناصر سے اتنی نہ یاری کرو

انہوں نے شعر گوئی سے جس دلچسپی کا مظاہرہ ابتدائی زمانہ میں کیا اسے اخیر عمر تک بخوبی نبھاتے رہے۔ اوران کے اندر کا شاعر وقت کے ساتھ ساتھ سنجیدہ بھی ہوتا چلا گیا۔

آئی خزاں طیور تو جتنے تھے اڑ گئے　　نغموں سے پھر بھی شاخ شجر گونجتی رہی
آغوش شب میں پھول تو مرجھا کے گر گئے　　صحنِ چمن میں باد سحر گونجتی رہی
تھا کون اجنبی کہ جو آیا، چلا گیا　　صدیوں تلک اسی کی خبر گونجتی رہی
فریاد دل کسی کے دبائے نہ دب سکی　　جب کٹ گئی زباں تو نظر گونجتی رہی
سمجھے تھے ہم خموش تھی اپنے قدم کی چاپ　　کیا جانے کیوں یہ راہ گزر گونجتی رہی

ان کا شعری سرمایہ لائق تحسین ہے۔اردو شاعری کی روایت میں نہایت اہم تجربے کے طور پر موجود ہے۔

حسن کے جلوے نقوش بے بدل ہو جائیں گے　　خاکداں میں گل، تو پانی میں کنول ہو جائیں گے
جس کشش کے راز آنکھوں سے زبان پر آنہ پائے　　پھر کسی ابرو کا خم کاکل کا بل ہو جائیں گے
جس کے کہنے سے یہ درد دل بناء حرف غزل　　اس کو جب یاد آئیں گے بیت الغزل ہو جائیں گے
اس سفر میں زندگی کا بوجھ کچھ ہلکا نہ تھا　　دست و پایوں چلتے چلتے اور شل ہو جائیں گے
دشت کو گلزار سمجھا اور چلتے ہی رہے　　اک نہ اک دن لقمہ گرگ اجل ہو جائیں گے
جل رہے ہیں دل میں جتنے نرم شعلے گرم داغ　　آسماں پر ماہ و مریخ زحل ہو جائیں
کتنے لمحوں کی نوازش سے بنے تھے کل سے آج　　آج سے آگے بڑھیں گے ہم تو کل ہو جائیں گے
ابتداء سے منزل مقصود تھی شام ابد　　شام آئے گی تو ہم صبح ازل ہو جائیں گے

عزیز احمد کے آخری دور کی غزلیں ''بسلسلہ آغوش مرگ'' کے عنوان سے رسالہ نیا دور(۹) میں شائع ہوئیں۔ان غزلیات میں موت اوراس سے منسلک تلازمات کی فراوانی ہے اور جو وصف انہیں پوری اردو شاعری میں ایک نمایاں امتیاز بخشتا ہے وہ عاشقانہ بے نیازی اور صوفیانہ رجائیت سے موت کا ااستقبال کرتے ہیں۔شاید سرطان

ایسے موذی مرض سے لڑتے ہوئے ان میں یہ حوصلہ پیدا ہو گیا تھا

جو موت آئے تو اس سے ہمت مردانہ سے لڑ یئے
شہامت سے سخا سے جرات رندانہ سے لڑ یئے

مرض کی شدت اور موت کی یقینیت نے بہت سے معاملات میں انہیں حقیقت پسند بنا دیا تھا۔

یہ ہے پیر مغاں کا آخری پیغام اے یارو | یہ محفل ختم ہے اب لو خدا کا نام اے یارو
کہ پیچھے چھوڑ دیں گے گردش ایام اے یارو | نہ یہ شام و سحر ہوگی نہ باقی روز شب ہوں گے

غزل گوئی کے میدان میں بھی ان کی کاوشوں کو ہمیشہ سراہا جاتا رہے گا۔ وہ اچھے شاعر تھے اگر اس جانب مائل رہتے تو صورت حال بالکل مختلف ہوتی۔ عزیز احمد مخصوص ترقی پسند نظریات رکھنے کے باوجود ایک رومانوی اور فطرت پسند شاعر تھے وہ بلا شبہ اردو شاعری کی روایت کا بڑا نام نہیں ہیں۔ مگر اپنے مختلف تجربات کی بنا پر منفرد ضرور ہیں۔ ان کی شاعری کا فنی جائزہ لیا جائے تو جا بجا بہت سی کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ بعض جگہوں پر وزن کے مسائل ہیں۔ قافیہ کی مجبوری کے تحت بہت سے مصرعے بے وزن اور پھیکے ہیں۔ بعض مصرعوں کی تکرار بوریت کا باعث بنتی ہیں۔ اور بعض مصرعے بالکل نثری انداز کے حامل ہیں۔ بعض غزلیں پیش رو شاعروں کے رنگ اور زمینوں میں ہیں کئی جگہ اقبال کا رنگ نمایاں ہے۔

اُبھر کے خاک کی بستی سے محو لا مکاں ہو جا | نکل کر اس جہانِ رنگ وبو سے جاوداں ہو جا
جمال راز ہستی کا جہاں میں ترجمان ہو جا | فریب عکس میں الجھا ہوا ہے عالم فانی

یوں لگتا ہے کہ عزیز احمد نے شعوری سطح پر علامہ محمد اقبال کی پیروی کی کوشش کی ہے اگر چہ بیشتر ترقی پسند انہیں بڑا شاعر تصور نہ کرتے تھے۔ مگر عزیز احمد کا اُن کے رنگ میں شاعری کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ علامہ محمد اقبال نے اپنے ہم عصروں اور مقلدین پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ فیض احمد فیض کا خط آنے پر انہوں نے ایک غزل کہی جو پیش خدمت ہے۔

زندگی کے راز سارے بیش و کم لکھتے رہے | ہم نے جو سمجھا بلا خوف ستم لکھتے ہے
مدح و ذم سے بچ کے شرح زیر و بم لکھتے ہے | داستاں اپنی لکھی رو داد اپنوں کی لکھی
داستانِ نوشِ عیش و بیش سم لکھتے رہے | ہم پہ جو گزری سوگزری در حدیث دیگراں
ہم کو یہ معلوم ہے کیا تم کو ہم لکھتے رہے | یہ نہیں معلوم کرپائے کہ کیا تم نے پڑھا
اپنا غم، اپنوں کا غم، غیروں کا غم لکھتے رہے | پاسداری کی طرفداری کسی کی کر نہ پائے

جانتے ہیں اپنا حرفِ غلط مٹ جائے گا ہوگی ہر فکر پریشان کالعدم لکھتے رہے
فیض نے کی عمر بھی تفسیر آئین ستم ہم تھے کم سمیت عزیز اتنے کہ کم لکھتے رہے

ہم نے اس مضمون میں ان ماخذات کی نشاندہی بھی کرنے کی کوشش کی ہے جہاں سے ان کے بطور شاعر تمام ثبوت مل سکتے ہیں۔ان کی غزلوں اور نظموں کا فنی وفکری جائزہ بھی لینے کی کوشش کی ہے اور دانستاً ان کی غزلوں کو بھی شامل مضمون کیا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ ان کے کلام کا تعارف بھی ممکن ہو سکے۔ بہر حال اتنا ضرور ہے کہ عزیز احمد کو بحیثیت شاعر یکسر نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔

حوالہ جات/حواشی

۱۔ عزیز احمد اردو زبان وادب کے معروف ادیب ہیں۔وہ ۱۱ نومبر ۱۹۱۳ء بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔

۲۔ جامعہ عثمانیہ کا قیام بیسویں صدی کے اہم علمی و ادبی درسگاہوں میں شامل ہے۔ ۱۹۱۸ء میں میر عثمان علی خان کے دور حکومت میں یہ عظیم درس گاہ قائم ہوئی۔ جہاں تمام مضامین کی تدریس اردو زبان میں ہوتی تھی۔اس مقصد کے حصول کے لیے ۱۹۱۷ء میں دارالترجمہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ جہاں ماہرین مختلف زبانوں کی نادر و نایاب کتابوں کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالتے تھے۔

۳۔ عزیز احمد کا پہلا شعری مجموعہ ۱۹۴۳ء میں سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو کے تحت اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

۴۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے علمی و ادبی مجلّہ ''مجلّہ عثمانیہ'' کا آغاز ۱۹۲۷ میں ہوا۔

۵۔ عزیز احمد نے آل احمد سرور کے ساتھ مل کر ایک مجموعہ ''شعرائے عصر کے کلام کا انتخاب جدید'' ترتیب دیا۔اس کتاب میں عزیز احمد کی نظم سینوریناشامل ہے۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو کراچی سے شائع ہوئی اُنکی یہی نظم ''نظم عاری میں نئے رنگ کا تغزل کے عنوان سے رسالہ اردو میں جولائی ۱۹۴۰ء کے شمارہ میں صفحہ ۵۰۳ اور ۵۰۴ میں شائع ہوئی۔

۶۔ اطالوی زبان میں خوبصورت نوعمر لڑکی کو مخاطب کرنے کے لیے سنوریناکالفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

۷۔ عزیز احمد نے ٹینی سن کی ایک نظم کا ترجمہ بعنوان ''نغمہ آبجو'' کیا یہ نظم نیرنگ خیال جلد ۹ شمارہ ۶۶ کے صفحہ ۴۲ دسمبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی یہ نظم انہوں نے عزیز احمد ترنم (عثمان آبادی کے نام سے لکھی) انہوں نے یہ قلمی نام ابتدائی چند تحریروں میں برتا اس کے بعد وہ عزیز احمد کے نام سے لکھنے لگے۔

۸۔ عزیز احمد ایک نوحہ از فتح محمد ملک مشمولہ تحسین و تردید لاہور سنگ میل پبلی کیشنز: ۱۹۹۵ء صفحہ ۲۸۰

۹۔ رسالہ نیا دور کے شمارہ نمبر ۶۹، ۷۰ کے صفحہ نمبر ۳۴۲ تا ۳۴۵ تک بسلسلہ آغوش مرگ عزیز احمد کی پانچ اردو اور ایک فارسی غزل شائع ہوئی۔